ماڈیول نمبر3				سبق نمبر17: الٹی ہوگئیں سب تدبیریں		
		زبان کی مہارتیں				
سبق نمبر	سبق کا نام	سننا بولنا	پڑھنا	لکھنا	اصناف قواعد اسلوب	زندگی کی مہارتیں سرگرمیاں عملی کام
17	الٹی ہوگئیں سب تدبیریں	نئے الفاظ سیکھنا اور محاوروں کا استعمال	اشعار کو اس کے آہنگ کے مطابق پڑھنا	اشعار سمجھنے کے بعد اس کی تشریح کرنا	غزل اضافت سہل ممتنع	میر کی غزلوں کا مطالعہ بیت بازی

شاعر کا تعارف :

میر تقی میر اگست 1723 کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ والد کی طرف سے کسی قسم کی جائیداد انہیں حاصل نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے میر کی زندگی شروع سے ہی پریشانی میں گزری۔ خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے میر کو گھر چھوڑنا پڑا اور دہلی آگئے پھر اپنے ماموں سراج الدین علی آرزو کے یہاں رہنے لگے۔ تاہم میر ماموں کے یہاں بھی زیادہ دن نہیں رہے۔ اپنی خوددار طبیعت کے باعث میر کہیں بھی سکون سے نہ رہ سکے۔ اور پھر لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں نواب آصف الدولہ نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ لکھنؤ میں ہی 1810 میں ان کا انتقال ہوگیا۔

* اردو شاعری میں میر کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ میر نے غزل کو ایک بلند مقام عطا کیا۔ اسی لئے انہیں"خدائے سخن" اور " شہنشاہ غزل" بھی کہا جاتا ہے۔ میر کی غزل میں زندگی کے دکھ درد' سیاسی و سماجی تبدیلیوں اور زندگی کے فلسفے کا بیان بہت خوبصورت انداز میں ملتا ہے۔

* میر کے کلام میں خوبصورت ترکیبیں، محاورات اور روزمرہ کا استعمال فطری انداز میں ہے۔

* میر کے بارے میں غالب نے ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا تھا:

ریختے کے تم ہی استاد نہیں ہو غالب

کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

* میر نے خود اپنی شاعری کے بارے میں کہا تھا:

جانے کا نہیں شور سخن کا مرےہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا۔

اشعار کا مفہوم:

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا، اس بیمارئ دل نے آخر کام تمام کیا

اس مطلع میں ظاہر ہوتا ہے کہ بیماری کے علاج کی بہت تدبیریں کی گئیں لیکن کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوا اور ساری کوششیں بے کار گئیں تاہم دوسرے مصرع سے پتہ چلتا ہے کہ مرضِ عشق ہے اور اسی دل کی بیماری کی وجہ سے عاشق کی جان گئی۔ مرضِ عشق میں گرفتار ہونے کے بعد اس سے چھٹکارا پانا نا ممکن ہے یعنی عشق کا مرض لاعلاج ہے۔

عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

اس شعر میں عہد جوانی رو رو کاٹنے کا مطلب ہے کہ وقت سخت مشکلات سے گزرا یعنی جوانی کے زمانے تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں میں گزارے اور جب زندگی میں آسانیاں میسر ہوئیں تو بڑھاپے میں یعنی زندگی کے آخری وقت میں۔ نچوڑ یہ ہے کہ زندگی بھر کا تھکا ماندہ انسان آخری وقت میں اپنے آپ کو وقت کے سپرد کردیتا ہے۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی

چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بد نام کیا۔

اس شعر میں شوخی کے ساتھ خدا کومخاطب کرکے انسان کی بے بسی اور مجبوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ تو انسان خود مختار ہے اور نہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے سب خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ اس لیے انسان کو خود مختار کہنا درست نہیں ہے۔ اس لیے اللہ نے انسان کو اپنی تابعداری کے لیے کہا ہے۔

یاں کے سپید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے

رات کو رو رو صبح کیا اور صبح کو جوں توں شام کیا

اس شعر میں بھی اوپر کے شعر کی طرح اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان دراصل بے بس اور مجبور ہے۔ اس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اس کو اتنا اختیار ہے کہ وہ جیسے تیسے مشکلات اور پریشانیوں میں زندگی گزارتا ہے۔ شاعر نے سپید و سیاہ کی مناسبت رات اور صبح کا ذکر بھی بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔

میر کے دین و مذہب کو پوچھتے کیا ہو ان نے تو

قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

میر کے اس آخری شعری مقطع میں مذہبی رواداری کی بات دکھائی دیتی ہیے۔ کوئی بھی مذہب انسانیت کے بنا ادھورا ہے۔ ہر مذہب میں انسانیت کا درس ہے۔ ظاہری دکھاوا جیسے ٹوپی یا ماتھے پر قشقہ لگانے سے کوئی مذہبی نہیں ہوتا اگر اس کے یہاں انسانیت نہیں ہے تو۔ اسی لیے شاعر نے خود کو سامنے رکھ کر اس شعر میں کسی خاص طریقے سے منحرف ہونے کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کے نزدیک خدا مسجد اور مندر دونوں میں ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا مندروں میں نہیں ہیے ان کو مخاطب کرکے شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کے تلک لگا کر مندر جانا بھی خدا کی عبادت کا ایک طریقہ ہے۔ مطلب یہ ہے ک شاعر کسی بات کو ثابت کرنے کے لیے مبالغے سے کام لیتا ہے اور اس شعر میں بھی مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔

خاص باتیں:

* میر تقی میر کو شہنشاہ غزل کہا جاتا ہے۔

* میر کی شاعری میں درد و غم اور مایوسی دکھائی ضرور دیتی ہے تاہم وہ قاری کو مایوس نہیں کرتے ہیں۔

* میر کے یہاں سادہ اور سلیس انداز بیان ملتا ہے۔

* آپ کے نصاب میں شامل میر کی اس غزل میں انسان کی مجبوری کو ظاہر کیا گیا ہے۔

* میر تقی میر کی شاعری کی تعریف ہر دور کے شاعروں نے کی ہے۔

سمجھنے کی باتیں:

اس سبق میں خاص طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ اردو غزل میں میر تقی میر کو خدائے سخن کا مقام حاصل ہے۔

غور کرنے کی باتیں:

* میر کے اشعار میں محاورات کا اچھا استعمال دکھائی دیتا ہے۔

* جب بھی شاعر خدا سے مخاطب ہوتا ہے تو شوخ انداز میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ میر کی غزلوں میں بھی یہ شوخ انداز نظر آتا ہے۔ جیسے آپ کے نصاب میں شامل تیسرے شعر سے اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔

* میر کی شاعری میں سہل ممتنع ہیے۔ مثلا میر بڑی بات کو بہت سادہ اور سلیس انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے اس شعر میں:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اپنی جانچ آپ کیجیے:

متن پر مبنی سوالات:

۱ مختصر ترین جواب والا سوال

میر کو اردو غزل میں کس لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟

۲ مختصر جواب والا سوال

کلاسیکل شاعری میں میر کا کیا مقام ہے؟

۳ طویل جواب والا سوال

اردو غزل کی تاریخ میں میر کے مقام پر ایک نوٹ لکھیے۔

****